نماز میں
ہاتھ کھولیں یا باندھیں؟

مؤلف: شیخ نجم الدین طبسی
مترجم: ناظم حسین اکبر

مؤلف: شیخ نجم الدین طبسی
مترجم: ناظم حسین اکبر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

مشخصات کتاب

نام کتاب...نماز میں ہاتھ کھولیں یا باندھیں ؟

نام مؤلف... نجم الدین طبسی

نام مترجم...ناظم حسین اکبر

صفحات ۵۰

اشاعت .... اوّل ، ستمبر ۲۰۰۹ئ

تعداد... ۳۰۰۰

کمپوزنگ .... محمد اسماعیل

ناشر...ابو طالب اسلامک انسٹیٹیوٹ لاہور

قیمت... ۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

۱۔ المصطفیٰ پبلیکیشنز اُردو بازار لاہور

۲۔ جامعہ زینب بنت علی علیہ السلام شعیب گارڈن لاہور

۳۔ ابوطالب بک سنٹر محب پور خوشاب ۰۳۰۲۷۰۶۱۹۹۸

٤۔ انتشارات جامعۃ المصطفیٰ قم المقدسہ ایران

۵۔ علامہ اقبال اُردو لائبریری قم المقدسہ ایران

انتساب

عالم جوانی میں داعی اجل کو لبیک کہنے والے سپاہی امام زمانہ عجّل اللہ فرجہ الشریف،
مہر شکیل حیدر آف لک موڑ ضلع سرگودھا کے نام، اس امید سے کہ خداوند متعال
روز ظہور اسے لشکر امام زمانہ میںسے قرار دے.

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

مقدّمہ مترجم

اسلام نے آراء ونظریات میں اختلاف کی نہی نہیں فرمائی ہے بلکہ صرف ایسے اختلافات مذموم ہیں جن سے تنازع کھڑے ہوتے ہیں ،اُمّت گروہوں میں بٹ جاتی ہے اور اختلاف وتفرقہ پیدا ہوتا ہے اسلام کا یہ حکم اس کی عقلیت پسندی اور منطقی روش کی دلیل ہے۔

تقاضائے انصاف تو یہ ہے کہ کسی بھی مذہب کے کسی نظریہ کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے اس نظریہ کو باریک بینی سے علمی معیارات کی کسوٹی پر پرکھا جائے تاکہ درست نتیجہ حاصل کیا جا سکے۔

انہیں نظریات میں سے ایک نظریہ (نماز میں ہاتھ باندھنا) ہے جس کا شریعت مقدّسہ پر گہرا اثر مترتب ہوتا ہے اس بارے میں شیعوں کا نظریہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، اہل بیت علیہم السلام اور صحابہ کرام میں سے کسی نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم نہیں دیا سوا حضرت عمر کے۔ اور اسی طرح اہل سنت علماء میں سے بھی کوئی اس کے وجوب کا قائل نہیں ہے بلکہ بعض نے تو اسے مکروہ قرار دیا ہے جیسا کہ محقّق بزرگوار شیخ نجم الدین طبسی حفظہ اللہ نے اس کتاب میں اس موضوع کو بہت احسن انداز میں بیان کیا ہے جو ہر اہل انصاف اور تحقیق کرنے والے کے لئے کافی ہے کہ وہ اس نظریہ کی حقیقت سے آشنائی حاصل کرتے ہوئے حق کی پیروی کرنے کی کوشش کرے۔

خداوند متعال اس کتاب کی اشاعت میں کسی بھی طرح کی مدد کرنے والے دوستوں کی اس سعی کو درجہ قبولیت تک پہنچائے اور قارئین محترم کو اس کتاب کے مطالعہ سے زیادہ سے زیادہ علمی فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسّلام علی من اتّبع الھدٰی

ناظم حسین اکبر (ریسرچ اسکالر)

ابوطالب اسلامک انسٹیٹیوٹ لاہور پاکستان (۳ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۱ نومبر ۲۰۰۹ئ)

مقدّمہ مؤلف

حوزہ علمیہ کے علماء وفضلاء میں سے ایک بزرگ آفریقی عالم نے فون پر بات کرتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کیا کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق روایات ،فتاوٰی اور تاریخی مطالب کو اکٹھا کرنے کے بعد تحقیق کرکے انہیں مرتب کردوں.

کثرت مصروفیات اور قلّت وقت کے باعث انتہائی مختصر مگر جلد ان مطالب کو جمع اور ان کے بارے میں تحقیق کرکے مجموعہ حاضر کو زیر قلم لانے میں کامیاب ہوا۔

ہاتھ کھولنا یا باندھنا ؟

ایسا سوال جو ہمیشہ بہت سے لوگوں کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا نماز میں ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں ؟

شیعوں کے نزدیک یہ عمل جائز نہیں ہے ؟ [۱]جیسا کہ خلاف [۲]، غنیۃ[۳]اور دروس [٤]جیسی کتب میں ذکر ہوا ہے ۔

سید مرتضٰی نے اپنی کتاب الانتصار[٥]میں اس کے جائز نہ ہونے پر اجماع ہونے کا دعوٰی کیا ہے.اسی طرح اہل بیت علیہم السلام سے بھی اس بارے میں بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں ۔

نیز اہل سنّت میں بھی امام مالک اور بعض فقہائے سلف اسے مکروہ سمجھتے ہیں اسی تابعین بلکہ بعض صحابہ کرام سے نقل ہوا ہے کہ وہ نماز میں ہاتھ کھولنے کا عقیدہ رکھتے تھے ۔[٦]

اہل سنّت کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف کا باعث پیغمبر ﷺ کی نماز کے متعلق وہ صحیح جن

---

۱ ۔ خلاف ۱ : ۱۰۹.

۲ ۔ خلاف ۱ : ۱۰۹.

۳ ۔ غنیۃ النزوع : ۸۱.

٤ ۔ الدروس الشرعیۃ: ۱۸٥.

٥ ۔ الانتصار : ٤۱.

٦ ۔ بدایۃ المجتھد ۱۳٦ : ۱؛ذہبی اس کتاب کے مؤلف قرطبی کے بارے میں کہتے ہیں : وہ فقہ میں علاّمہ تھے...فقہ میں برتری پائی ...وہ اندلس میں علم وفضل اور کمال میںبے نظیر تھے ...جیسا کہ فقہ میں لوگوں کی پناہ گاہ تھے اسی طرح حکمت میںبھی لوگ انہیں کی طرف رجوع کیا کرتے ...سیر اعلام النبلاء ۲۱ : ۳۰۸.

میں یہ ذکر ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ حالت نماز میں ہاتھ نہیں باندھتے تھے.جیسا کہ ابن رشد نے بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ابراہیم نخعی [۱] جنہوں نے اہل سنّت کے آئمہ اربعہ میں سے بعض سے پہلے وفات پائی وہ بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے قائل تھے۔

اسی طرح حسن بصری [۲] تابعی جسے اہل سنّت علم و عمل میں اہل زمانہ کا سردار مانتے ہیں وہ بھی نماز میں ہاتھ کھول کر پڑھا کرتے تھے۔

۱۔وہ پہلی صدی کے بزرگوں میں سے ہیںجنہوں نے بعض صحابہ کرام کو بھی درک کیا اور ۹۶ھ میں وفات پائی.

ذہبی کہتے ہیں: وہ امام، حافظ، فقیہ عراق اور بزرگ شخصیت تھے اور ایک جماعت نے ان سے روایات نقل کی ہیں اسی طرح انہوں نے حکم بن عتیبہ، سلیمان بن مہران اور ان کے علاوہ کئی ایک افراد سے روایات نقل کی ہیں. وہ معتقد تھے کہ ابوہریرہ کی بہت سی روایات منسوخ ہیں۔

عجلی کہتے ہیں : وہ مفتی کوفہ...فقیہ اورپرہیزگار انسان تھے...احمد بن حنبل سے بھی نقل ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ابراہیم ذہین، حافظ اور صاحب سنّت تھے۔سیر اعلام النبلاء ٤: ٥٢٠.

۲۔حسن بصری حضرت عمر کی خلافت کے پورے ہونے سے دو سال پہلے پیدا ہوئے اور حضرت عثمان کی اقتداء میں نماز جمعہ میں شریک ہوا کرتے... کہاجاتا ہے کہ علم و عمل میں وہ اپنے زمانے کے سردار تھے.

ابن سعد لکھتے ہیں: وہ جامع ، عالم ، رفیع، فقیہ ، ثقہ، حجّت ، قابل اعتماد ، عابد ، ناسک اور کثیر العلم تھے ۔ سیر اعلام النبلاء ٤: ٥٧١.
جبکہ ہمارے (شیعوں)ہاں اس کی مذمّت میں روایات ذکر ہوئی ہیں۔

ابن سیرین [1]اور لیث بن سعد [2] اور عبداللہ بن زبیر جو صحابی ہے اور مالک کے مذہب میں بھی مشہور نظریہ یہی ہے، اسی طرح اہل مغرب بھی اسی نظریے (نماز میں ہاتھ کھولنے)پر عقیدہ رکھتے اور اسی پر عمل کیا کرتے تھے ۔

---

١ ۔ محمد بن سیرین خلیفہ دوم کی خلافت کے اواخر میں پیدا ہوئے اور ١١٠ ھ میں وفات پائی .اس نے تیس صحابہ کرام کودرک کیا ۔ عجلی کہتے ہیں: پرہیزگاروں میں اس سے بڑھکر فقیہ اور فقہاء میں اس سے بڑھکر کسی کو پرہیز گار نہیں دیکھا ۔ طبری کہتے ہیں: ابن سیرین فقیہ ، عالم، متّقی ، کثیر الحدیث اور سچے انسان تھے ، اہل علم وفضل نے بھی اسکی گواہی دی ہے جو حجّت ہے سیر اعلام النبلاء ٤: ٦٠٦.وہ بھی نماز میں ہاتھ کھولنے کا عقیدہ رکھتے تھے ۔

اگرچہ ہمارے سابقہ علماء نے اس کے متعلق کوئی اشارہ نہیں کیا لیکن حجاج بن یوسف کی مدح میں اس کچھ مطالب نقل ہوئے ہیں۔

تستری کہتے ہیں: اگر اس کے متعلق بیان کئے جانے والے مطالب صحیح ہوں تو یہی اس کی نادانی اور جہالت کے لئے کافی ہیں۔ قاموس الرّجال ٩: ٣٢٢؛ تنقیح المقال ٣: ١٣٠.

٢۔ لیث بن سعد کے بارے میں کہا گیا ہے : وہ امام ،حافظ ، شیخ الاسلام اور عالم دیار مصر تھے جو ٩٤ھ میںپیدا ہوئے اور ١٧٥ھ میں وفات پائی ۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں : لیث کثیر العلم ، صحیح الحدیث ،...ثقہ اور قابل اعتماد تھے ... مصریوں میں ان سے بڑھکر کوئی صحیح الحدیث نہیں ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں: لیث فتوی میں مستقل اور ثقہ تھے اس نے بہت سی احادیث نقل کی ہیں ۔ عجلی اور نسائی اسکے بارے میں کہتے ہیں : لیث ثقہ ہے. ابن خراش کہتے ہیں: وہ سچا انسان ہے اور اسکی احادیث بھی صحیح ہیں ۔ شافعی کہتے ہیں: لیث ، مالک سے بھی بڑھکر فقیہ تھا لیکن اصحاب نے اسے ترجیح نہ دی ؟ سیر اعلام النبلاء ۸: ۱۳۶ ۔ وہ بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے قائل تھے ۔

ہم شیعوں کے مطابق اس نے امام صادق علیہ السلام کو درک کیا ان عظمت و منقبت بھی بیان کی لیکن یہ اس کی ہدایت کا باعث نہ بن سکی ۔

خطیب (بغدادی) سے نقل ہوا ہے : اہل مصر عثمان کو برا بھلا کہتے تھے یہاں تک کہ لیث ان میں ظاہر ہوا اور عثمان کے فضائل بیان کئے جس سے ان لوگوں نے چھوڑ دیا ۔ تستری اس کے بعد لکھتے ہیں: (خدا جانتا ہے) اس شخص کے بارے میں برائیوں کے سوا کچھ نہیں ملتا اور وہ لوگوں کو ان احادیث پر عمل کا کہتا جو معاویہ نے گھڑوا رکھی تھیں اور اہل مصر بھی کتنے نادان تھے کہ عثمان کے متعلق جو کچھ آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اس سے چشم پوشی کر بیٹھے اور جو جھوٹ بیان کیا گیا اس سے فریب کھا بیٹھے ۔قاموس الرّجال ۸: ٦٣٢؛ تنقیح المقال ٦٤:٢.

اہل سنّت کے تین نظریات

اہل سنّت میں نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں تین طرح کے مختلف نظریات پائے جاتے ہیں:

۱۔مکروہ ہے.

۲۔ اس کا انجام دینا کراہت نہیں رکھتا اور ترک کرنا مستحب نہیں ہے.

۳۔ مستحب ہے.[۱]

ہمیں (اہل سنّت کی) کوئی ایسی کتاب نہیں ملی جس میں (نماز میں ہاتھ باندھنے کو) واجب قرار دیا گیا ہو اور وجوب کی نسبت صرف اہل سنّت عوام کی طرف دی جاتی ہے.[۲]

کتب اہل سنّت میں اس سلسلے میں بیان کی جانے والی روایات وآثار کی تعداد (قطع نظر اس سے کہ ان کی سند ضعیف ہے) بیس تک جا پہنچتی ہے ان میں سے ایک روایت ابو حازم سے صحیح بخاری میں نقل ہوئی ہے۔[۳] لیکن جیسا کہ عینی نے[٤] شوکانی نے[٥] اور دیگر فقہاء نے اسکی تصریح کر دی ہے کہ اس حدیث میں مرسل و منقطع ہونے کا شبہہ پایا جاتا ہے۔

۱۔البیان والتحصیل ۱:۳۹٤.

۲۔الفقہ الاسلامی وأدلّتہ ٤: ۸۷٤؛المجموع ۳:۳۱۳؛المغنی ۱: ٥٤۹؛المبسوط سرخسی ۱:۲۳.

۳۔ صحیح بخاری ۱:۱۳٥.

٤۔عمدۃ القاری فی شرح صحیح بخاری ٥:۲۸۰.

٥۔نیل الأوطار ۲:۱۸۷.

اسی طرح دوسری حدیث صحیح مسلم کے اندر ابووائل سے نقل ہوئی ہے اور یہ حدیث بھی مرسل ومنقطع ہونے کی آفت میں بتلا ہے.اس لئے کہ علقمہ کی اپنے والد سے نقل کی جانے والی روایات مرسل ہیں ابن حجر نے اسے واضح طورپر بیان کردیا ہے ۔(۱)

اورباقی روایات کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ خود اہل سنّت کے ہاں انہیں ضعیف شمار کیا گیا ہے اوراصحاب سنن وجوامع اور علمائے رجال کے اقرار کے مطابق ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا .اس بناپر نماز میں ہاتھ باندھنے پر کوئی جواز باقی نہیں رہتا ۔

اسکے علاوہ یہ خود ایک عمل اور فعل ہے جس کے نماز میں جائز ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے لہذا اسے جائزیا سنّت یا آداب نماز میں سے ہونے کے قصد سے انجام دینا بے شک حرام ہے ۔ اس لئے کہ اسکی حرمت کے لئےیہی کہنا کافی ہے کہ شریعت میں اس کے جوازپر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے بلکہ اس کے بر عکس اس کے انجام دینے کے متعلق نہی ثابت ہے۔(۲)

اہل بیت علیہم السلام نے بھی اس کے انجام دینے سے منع فرمایا ہے اورپھر نماز میں ہاتھ پرہاتھ رکھنا ایک عمل ہے جس کا نماز میں انجام دینا جائز نہیں ہے .جیسا کہ ابن رشد نے بھی اس بات(یا اسی سے ملتی جلتی بات)کی طرف اشارہ کیا ہے .

اور آئمہ علیہم السلام کا اسے (تکفیر) سے تعبیر کرنا جسے مجوسی انجام دیا کرتے(۳)یہ اس عمل کے سنّت پیغمبر ﷺ میں سے نہ کی تائید بلکہ اس پر تاکید ہے ۔

---

۱ ۔ تہذیب التہذیب ۸: ۳۱٤.

۲۔ مصباح الفقیہ ۱:٤۰۱.

۳۔ کتاب آئینہ آئین مزدیسنی ،،اشاعت دوّم،، تالیف کیخسرو صفحہ ۲۰پر لکھا ہے: ان کے ہاں نماز اور عبادت کا طریقہ کار اپنے خدا کے سامنے کھڑے ہوکر دست عبودیت کو سینے پر رکھنا ہے اور وہ یوں عبادت وپرستش کرتے ہیں.

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق اہل سنّت فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا ہاتھوں کو ناف کے اوپر رکھا جائے یا اس سے نیچے ؟ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا جائے یا بالعکس ؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا عمل جس کی کیفیت تک مشخص نہیں ہے وہ کس طرح سنّت مؤکدہ ہو سکتا ہے؟اور پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ صحابہ کرام جو مستحبی نمازوںکے علاوہ نماز میّت ،نماز عیداورروزانہ کی نمازیں پیغمبر ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے پابند تھے ان پر اس (نماز میں ہاتھ باندھنے) کی کیفیت مخفی رہی ہو!

یہ تمام شواہد اورتاکیدات اس بات کی علامت ہیں کہ پیغمبر ﷺ کے زمانے میں ایسے عمل کا کوئی وجود نہیں تھا.اس بناپر یہ کہا جا سکتا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا بھی نماز تراویح باجماعت اداکرنے، اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کے اضافہ کرنے، اذان سے حی علی خیر العمل کے نکالنے ،متعہ کی دونوقسموں(متعہ الحجّ اور متعۃ النکاح) کوحرام قرار دینے اور تدوین احدیث سے منع کرنے جیسے امور میں سے ہے جوپیغمبر ﷺ کے بعد وجود میں آئے۔

روایات اہل بیت علیہم السّلام

اہل بیت علیہم السّلام سے بہت زیادہ روایات وارد ہوئی ہیں جن میں نماز میں ہاتھ باندھنے سے منع کیا گیا ہے اور اسے مجوسیوں کا عمل قرار دیا گیا ہے:

۱۔((عنحدھما علیھما السّلام قلت: الرّجل یضع یدہ فی الصلاۃ ،وحکی الیمنٰی علی الیسرٰی ؟فقال : ذلک التکفیر ، لا تفعل.))[۱]

راوی کہتا ہے: میں نے دونوں(امام باقریا امام صادق علیہما السلام) میں سے کسی ایک سے سوال کیا کہ ایک شخص نماز میں ہاتھ باندھتا ہے اور کہا گیا ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں پہ رکھتا ہے. اس بارے میں کیا حکم ہے؟آپ نے فرمایا: یہ عمل تکفیر ہے اسے مت بجا لاؤ.

علاّمہ مجلسی اس حدیث کو نقل کرنے کے کہتے ہیں: یہ حدیث حسن اور صحیح کے مانند ہے اور تکفیر سے مراد ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ہے جیسے اہل سنّت بجا لاتے ہیں. اور اس سے نھی کی وجہ اس کا حرام ہونا ہے جیسا کہ ہمارے اکثر علماء کا عقیدہ یہی ہے۔

۲۔عنبی جعفر علیہ السّلام : وعلیک بالاقبال علی صلاتک ...ولاتکفّر فانّما یفعل ذلک المجوس)).[۲]

امام باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں: نماز کی حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرو...اور تکفیر مت بجالاؤاس لئے کہ یہ مجوسیوں کا عمل ہے ۔

۱۔وسائل الشیعۃ۷:۲۶۶،باب ۱۵،مؤسسہ آل البیت؛مرآۃ العقول ۱۵: ۷٤.

۲۔وسائل الشیعۃ ۵:۵۱۱،باب۱۷،ح۲وص٤٦۳؛مرآۃ العقول ۱۵:۷٤.

((علی بن جعفر قال: قالخی: قال علی بن الحسین علیہ السّلام:وضع الرّجل احدٰی یدیه علی الأخرٰی فی الصّلاة عمل ،ولیس فی الصّلاة عمل)).[1]

علی بن جعفر کہتے ہیں میرے بھائی (امام موسٰی کاظم علیہ السّلام)نے بتایا کہ امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا:نماز میں ایک ہاتھ کا دوسرے ہاتھ پر رکھنا ایک طرح کا عمل اور نماز میں کسی قسم کا کوئی عمل جائز نہیں ہے ۔

٤۔علی بن جعفر (عنخیه موسٰی بن جعفر)وسألته عن الرّجل یکون فی صلاتهیضع احدٰی یدیه علی الأخرٰی بکفّهو ذراعه ؟قال:لایصلح ذلک ،فان فعل فلایعود له)).(۲)

علی بن جعفر اپنے بھائی امام موسٰی کاظم علیہ السّلام کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ میں نے ان سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو نماز کی حالت میں ہو.کیا وہ ہاتھ کو کلائی یا بازو پر رکھ سکتا ہے ؟تو انہوں نے فرمایا: یہ عمل درست نہیں ہے اگر انجام دے بیٹھا تو دوبارہ اس کا تکرار نہ کرے۔

٥۔عن علی علیه السّلام فی حدیثربعمأة:قال:لایجمع المسلم یدیه فی صلاته وهوقائم بین یدی الله عزّوجلّ ،یتشبّه بأهل الکفر یعنی المجوس)).[3]

امام علی علیہ السّلام حدیث اربعماۃ میں فرماتے ہیں: مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ جب نماز کے لئے خدا کی بارگاہ میں کھڑاہو تو اپنے ہاتھوں کو اکٹھا کرے چونکہ وہ اپنے اس عمل سے اہل کفر یعنی مجوسیوں کے

۱۔حوالہ سابق.

۲۔حوالہ سابق.

۳۔حوالہ سابق.

مشابہ بن جائے گا۔

٦۔ ((عنبی عبد اللّٰہ علیه السّلام فی حدیث:أنّه لما صلّی قام مستقبل القبلة ،منتصبا ،فأرسل یدیه جمیعا علی فخذیه قد ضمّ‌ّصابعه)).[١]

امام صادق علیہ السّلام کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ جب نماز کے لئے کھرے ہوتے تو قبلہ کی طرف رخ کر کے اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھتے اور انگلیوں کو ملا لیتے.

٧۔ ((عنبی جعفر علیه السّلام : قال: اذا قمت الی الصلاة فلاتلصق قدمک بالأخرٰی ...وأسد منکبیک وأرسل یدیک ولاتشبّکصابعک ولیکونا علی فخذیک قبالة رکبتیک ...ولا تکفّر فانّما یفعل ذلک المجوس)).[٢]

امام باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں: جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو پاؤں کو نہ ملاؤ، شانہ کو جھکا لو، ہاتھ کھلے رکھو، انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالو اور اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھو... اور تکفیر مت بجالاؤ چونکہ یہ مجوسیوں کا شیوہ ہے۔

٨۔ ((المجلسی عن الجامع البزنطی عنبی عبداللّٰہ علیه السّلام:فاذاقمت فی صلاتک فاخشع فیها ...ولاتکفّر)).[٣]

علامہ مجلسی جامع بزنطی سے امام صادق علیہ السّلام کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب نماز کا ارادہ کرو تو خشوع وخضوع کے ساتھ ہو اور تکفیر مت بجا لاؤ۔

١۔ حوالہ سابق.

٢۔ وسائل الشیعة٧: ٢٦٧، باب ١٥، ح٧.

٣۔ بحارالأنوار ٨٤:١٨٦، ذیل حدیث ١؛ مستدرک الوسائل ٥: ٤٢٠.

۹۔((القاضی نعمان المصری عن جعفر بن محمد علیہ السّلام انّہ قال:اذاکنت قائما فی الصّلاۃ فلا تضع یدک الیمنٰی ،فانّ ذلک تکفیرھل الکتاب ،ولکن ارسلھما ارسالا ،فانّحرین لا یشغل نفسک عن الصّلاۃ)).[۱]

قاضی نعمان مصری امام صادق علیہ السّلام سے نقل کرتے ہیںکہ آپ نے فرمایا:جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر یا بائیں کو دائیں پر مت رکھو ،چونکہ یہ اہل کتاب کا عمل ہے بلکہ ہاتھوں کو کھلا رکھو.پس مناسب یہی ہے کہ تم اپنے کو نماز کے علاوہ کسی عمل میں مشغول نہ کرو.

۱۰۔((عنبی جعفر علیہ السّلام قال:قلت لہ:((فصلّ لربّک وانحر))؟قال:النحرالاعتدال فی القیامن یقیم صلبہ ونحرہ .وقال:ولاتکفّر ،فانّما یصنع ذلک المجوس)).[۲]

امام باقر علیہ السّلام سے نقل ہوا ہے کہ آنحضرت سے پوچھا گیا کہ ((فصلّ لربّک وانحر)) سے کیا مراد ہے ؟تو آپ نے فرمایا: نحر کا معنٰی قیام میں اعتدال ہے اس طرح کہ پشت اور گردن کو سیدھا رکھا جائے اور فرمایا: تکفیر مت بجالاؤاس لئے کہ یہ مجوسیوں کا شیوہ ہے۔

۱۔ دعائم الاسلام ۱:۱۵۹؛مستدرک الوسائل ۵:۴۲۰.

۲۔اصول کافی ۳:۳۳۷.

شیعہ فقہاء کا نظریہ

۱۔ شیخ مفید: (نماز میں) ہاتھ کھلے رکھنے کے بارے میں شیعوں میں اتفاق نظر پایا جاتا ہے.اور اہل کتاب کے مانند تکفیر یعنی ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنے کو جائز نہیں سمجھتے. اور یہ کہ جو بھی ایسا عمل انجام دے اس نے بدعت کا ارتکاب کیا اور سنّت رسول ﷺ اورآئمہ طاہرین علیہم السّلام کی مخالفت کی ہے ۔[۱]

۲۔سید مرتضٰی:وہ امور جن کے بارے میں یہ گمان کیا جاتا ہے کہ یہ شیعوں کے ساتھ مختص ہیں ان میں سے ایک نماز میں ہاتھ باندھنے کا ممنوع ہونا ہے چونکہ امامیہ کے علاوہ باقی فرقوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے. طحاوی نے فقہاء کے اختلاف کو نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے مالک کے نزدیک اگر مستحب نماز میں رکوع طولانی ہو جائے تو ایسی صورت میں ہاتھ باندھنا جائز ہے اور میرے نزدیک اسے ترک کرنا بہتر ہے۔[۲]

۳۔ شیخ طوسی: نماز میں دائیں ہاتھ کا بائیں پر یا بائیں کا دائیں پر رکھنا جائز نہیں ہے اور مالک سے دو روایات نقل ہوئی ہیں جن میں سے ایک شافعی کے قول کے مطابق ہے جس مُں نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا جائز قرار دیا گیا ہے اور ابن القاسم والی روایت میں ہاتھ کھولنے کو مناسب تر بیان کیا گیا ہے۔

۱۔الاعلام :۲۲،تالیفات شیخ مفید کے ضمن میں یہ کتاب چھپ چکی ہے،ج۹؛کتاب التذکرۃ ۳:۲۵۳.

۲۔الانتصار:۲۲.

اور اس (مالک) سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا : مستحب نمازوں میں جب قیام طولانی ہو جائے تو ہاتھ باندھنا جائز ہے اور اگر طولانی نہ ہو تو جائز نہیں ہے جبکہ واجب نمازوں میں یہ جائز نہیں ہے ۔ نیز لیث بن سعد کا بھی کہنا ہے :اگر تھکاوٹ محسوس ہو تو ہاتھ باندھ سکتے ہیں لیکن اگر تھکاوٹ نہ ہو اسے انجام نہ دیا جائے اور مالک کا بھی یہی قول ہے ۔

ہماری دلیل فرقہ امامیہ کا اجماع ہے اور نماز میں ہاتھ باندھنے کے مبطل نماز ہونے میں ان کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا ۔ نیز نماز میں کسی جزو کے ثابت ہونے کے لئے دلیل شرعی کی ضرورت ہوتی ہے جو شریعت مقدّسہ میں موجود نہیں ہے اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے سے پرہیز کیا جائے چونکہ اس میں شک نہیں ہے کہ ایسی نماز جس میں ہاتھ نہ باندھے گئے ہوں وہ یقینا صحیح ہے اور دوسری جانب نماز کے صحیح ہونے کا یقین حاصل کرنا واجب ہے۔[۱]

٤۔ شیخ بہائی: تکفیر یعنی دائیں ہاتھ کا بائیں پر قرار دینا جسے اہل سنّت بجالاتے ہیں اور اکثر فقہاء نے اس کے بارے میں کہے پائے جانے کی وجہ سے اسے حرام قرار دیا ہے، کیا یہ مبطل نماز ہے؟ اکثر علماء اسے (مبطل نماز) سمجھتے ہیں بلکہ شیخ طوسی اور سید مرتضٰی نے تو اس اجماع ہونے کا دعوٰی کیا ہے۔[۲]

۱۔ الخلاف ۱۰۹:۱.

۲۔ الحبل المتین: ۲۱٤؛ ملاذ الأخیار ۵۵۳:۳.

نماز میں ہاتھ باندھنے کا آغاز

کہا گیا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا بھی خلیفہ دوم کی بدعات میں سے ہے جو اس نے عجمی قیدیوں سے لی۔

محقّق نجفی لکھتے ہیں:

((حکی عن عمر لما جیء بأساری العجم کفّرومامه ،فسأل عن ذلک ،فأجابوه : بأنّا نستعمله خضوعا وتواضعا لملوکنا ،فاستحسن هو فعله مع الله تعالی فی الصلاة ،و غفل عن قبح التشبّه بالمجوس فی الشرع))[1]

بیان کیا گیا ہے کہ جب خلیفہ دوم کے پاس عجمی قیدیوں کو لایا گیا تو انہوں نے اس کے سامنے اپنے ہاتھوں کوہاتھوں پر رکھا۔ خلیفہ نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو بتایا گیا کہ ہم اپنے بادشاہوں کے سامنے خضوع وخشوع کا اظہار کرنے کے لئے اس کرتے ہیں خلیفہ کو ان کا یہ عمل پسند آیا اور اس نے نماز میں خدا کے سامنے ایسا ہی کیا جبکہ وہ اس بات سے غافل رہا کہ شریعت میں مجوسیوں سے مشابہت جائز نہیں ہے! البتہ ہمیں کتب تاریخ میں اس سلسلے میں کوئی دلیل نہیں ملی۔

۱۔جواہر الکلام ۱۹:۱۱؛مصباح الفقیہ،کتاب الصلاۃ:۴۰۲.

فقہائے اہل سنّت کے اقوال

۱۔مدونۃ الکبریٰ (ابن قاسم کے بقول امام مالک کا نظریہ):

امام مالک نماز میں دائیں ہاتھ کے بائیں پر رکھنے کے بارے میں کہتے ہیمیرے نزدیک واجب جائز نہیںہے۔

مالک اسے مکروہ سمجھتے لیکن مستحب نمازوں میں رکوع کے طولانی ہوجانے کی بنا پر اسے جائز قرار دیتے تھے۔(۱)

۲۔ قرطبی: وہ کہتے ہیں کہ نماز میں ایک ہاتھ کے دوسرے پر رکھنے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے. مالک اسے واجب نماز میں مکروہ سمجھتے ہیں لیکن مستحب نماز میں جائز قرار دیتے ہیں ہیں.بعض کا خیال ہے کہ یہ نماز کے مستحبات میں سے ہے اور وہ جمہور اہل سنّت ہیں۔ان کے اس اختلاف کی وجہ وہ پیغمبر ﷺ کی نماز کے متعلق وہ ثابت شدہ آثار ہیں جن میں سے کسی ایک میں بھی اس (آنحضرت ﷺ کے نماز میں ہاتھ باندھنے کے) بارے میں اشارہ نہیں ہوا .دوسری جانب لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے روایت ابو حمید میں.بیان ہوا ہے کہ پیغمبر ﷺ یہ عمل بجا لایا کرتے تھے.

اس بنا پر بعض لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ جن روایات وآثار میں نماز میں ہاتھ باندھنا ثابت ہے ان میں ان روایات کی نسبت ایک زائد چیز کاتقاضا کیا گیا ہے جن میں ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہے پس واجب ہے کہ اس اضافہ کو بھی انجام دیا جائے۔

اسی طرح بعض کا کہنا ہے کہ ان آثار پر عمل کیا جائے جن اضافہ نہیں ہے چونکہ ان روایات کی

۱۔مدونۃ الکبریٰ ۱:۷۶.

تعداد زیادہ ہے اس بنا پر نماز میں ہاتھ باندھنا جائز نہیں ہے اور یہ خداوند متعال سے مدد طلب کرنے کے باب سے ہے اسور مالک بھی اسی وجہ سے اسے مستحب نماز میں جائز قرار دیتے جبکہ واجب میں اس کی اجازت نہ دیتے ...[1]

۳۔ کتاب بیان و تفصیل: اس کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں اپنے استاد سے پوچھا: کیا واجب یا مستحب نماز کے قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھنا صحیح ہے؟

محمد بن رشد کہتے ہیں: مالک کا یہ قول ((میں اس میں اشکال نہیں دیکھتا))بغیر تفصیل کے واجب و مستحب نمازوں میں ہاتھ باندھنے کے جواز کو بیان کر رہا ہے۔ اور مدوّنۃ الکبریٰ میں ابن قاسم والی روایت میں یوں بیان ہوا ہے کہ نماز میں اس کا ترک کرنا بہتر ہے چونکہ اس روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ میں اسے واجب نماز میں جائز نہیں سمجھتا اور مالک اسے مکروہ سمجھتے مگر یہ کہ مستحب نماز میں قیام کے طولانی ہونے کی وجہ سے تھکاوٹ محسوس ہو تو اس کا انجام دینا جائز ہے اور بعض روایات میں یہ جملہ (اسے مکروہ سمجھتے) موجود نہیں ہے اس جملے کو محذوف سمجھیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مالک کے مذہب کے مطابق ہاتھ باندھنے کو ترک کرنا افضل ہے چونکہ ان کے اس قول((لعرف ذلک فی الفریضة))کا معنٰی یہ ہے کہ میں اسے واجب نماز کے مستحبات یا سنّت ہونے میںسے جائز نہیں سمجھتا.

اور جہاں پہ یہ کہا ہے کہ اگر مستحب نماز میں قیام کے طولانی ہونے کی وجہ سے تھکاوٹ محسوس ہو تو ایسی صورت میں تھکاوٹ دور کرنے کی خاطر ہاتھ باندھنے میں کوئی عیب نہیں ہے لیکن اگر واجب نماز میں قیام طولانی ہوجائے پھر بھی جائز نہیں ہے، اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر مستحب نماز میں قیام طولانی

۱۔ بدایۃ المجتھد ۱:۱۳۶، ابن رشد قرطبی متوفٰی ۵۹۵ ہجری.

نہ ہوتو ایسی صورت میں ہاتھ باندھنا جائز نہیں ہے ۔اور اگر یہ جملہ ((کان یکرہ))موجود ہو تو اس کی دلالت تو بالکل واضح ہے ؛اس لئے کہ مکروہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کا ترک کرنا ثواب رکھتا ہے اور اس کے انجام دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے ۔[1]

٤۔ نووی :ہم نے بیان کردیاہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا ہمارے مذہب میں سنّت ہے ... ابن منذر نے عبد اللہ بن زبیر، حسن بصری اور نخعی سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز میں ہاتھ کھلے رکھتے اور ایک کو دوسرے پر نہ رکھتے ۔قاضی ابو طیّب نے بھی ابن سیرین سے حکایت کی ہے اور لیث بن سعد نے بھی کہا ہے:کہ وہ نماز میں ہاتھ کھلے رکھتے لیکن اگر قیام طولانی ہوجاتا تو آرام حاصل کرنے خاطر دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ لیا کرتے۔جبکہ ابن قاسم نے مالک سے (ہاتھ کھولنے کو)نقل کیا ہے اور مشہور بھی یہی ہے اور تمام اہل مغرب اصحاب ہوں یا جمہور عوام سب کا یہی نظریہ ہے اور وہ نماز مسیئ(بھول جانے والے شخص کی نماز) سے استناد کرتے ہیں.جس میں پیغمبر ﷺ نے اسے نماز سکھائی لیکن اس میں ہاتھ باندھنے کے متعلق کچھ بیان نہیں کیا....۔[2]

اس بنا پر اس مسئلے میں تین اقوال موجود ہیں:

اوّل۔واجب اور مستحب نماز میں جائز ہے یعنی نہ تو اسکا انجام دینا مکروہ ہے اور نہ ہی ترک کرنا مستحب ہے.یہ نظریہ اس روایت(نماز مسیئ)سے استفادہ ہوتا ہے۔

دوم۔ مکروہ ہے.اس کا واجب اور مستحب نماز میں ترک کرنا مستحب ہے مگر یہ کہ مستحب نماز میں قیام طولانی ہوجائے تو ایسی صورت میں ہاتھ باندھنا جائز ہے نہ مکروہ ہے اور نہ ہی مستحب اور یہ قول مالک کا

١۔البیان والتحصیل ٣٩٤:١؛مرقاۃ المفاتیح قاری ٥٠٨:٢.

٢۔المجموع ٣١٣:٣.

ہے جیسے مدوّنۃ الکبریٰ میںذکر کیا گیا ہے۔

سوم۔واجب اور نافلہ نماز میں اس کا انجام دینا مستحب ہے اور ترک کرنا مکروہ ہے ۔اور یہ قول مالک کا ہے جیسے مطرف بن ماجشون [۱] کی روایت میں نقل کیا گیا ہے۔[۲]

۵۔عینی: ابن منذر نے عبد اللہ بن زبیر، حسن بصری اور ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ وہ (نماز میں)ہاتھ کھلے رکھتے.اور اسی طرح مالک کے بارے میں بھی یہی معروف ہے اور اگر قیام طولانی ہو جاتا تو دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ لیا کرتے۔

نیزلیث بن سعد کہتے ہیں : اوزاعی ہاتھ کھولنے اور باندھنے میں اختیار کے قائل تھے۔[۳]

٦۔شوکانی: وہ دار قطنی سے نقل کرتے ہیں کہ ابن منذر نے عبد اللہ بن زبیر، حسن بصری اور نخعی کے بارے میںنقل کیا ہے کہ وہ نماز میں ہاتھ کھلے رکھتے اور دائیں ہاتھ کوبائیں پر نہ رکھتے۔نووی نے لیث بن سعد، مھدی نے کتاب البحر میں قاسمیہ وناصریہ اور باقر سے اور ابن قاسم نے مالک سے اسی طرح نقل کیا ہے ۔[٤]

۱۔وہ مفتی مدینہ اور مالک بن انس کے شاگرد تھے.غنا کو بہت پسند کرتے اور علم حدیث سے بے بہرہ تھے ۔سیرعلام النبلائ۱۰: ۳٦۰.

۲۔البیان و التحصیل ۳۹٤:۱؛ مرقاۃ الأصول قاری ۲:۵۰۸.

۳۔عمدۃ القاری فی شرح صحیح بخاری ۵: ۲۷۸؛المغنی ۱: ٤۷۲.

٤۔نیل الأوطار ۲:۱۸٦؛المجموع ۳:۳۱۱؛المغنی ۱:۵٤۹؛شرح کبیر ۱: ۵٤۹؛ المبسوط سرخسی ۱:۲۳؛الفقہ علی المذاہب االأربعۃ۱:۱۵۱.

۷۔ زحیلی : وہ کہتے ہیں:مالکی مذہب کے علاوہ جمہور علماء کہتے ہیں: نماز پڑھنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ تکبیر کے بعد اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھے...۔

۸۔ مالک : مالکی مذہب کا یہ کہنا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نماز یںوقار کی خاطر ہاتھ کھلے رکھے جائیں.اور مستحب نماز میں بغیر ضرورت آرام کی خاطر ہاتھ باندھنا مکروہ ہے.

اور مذہب مالک کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے: مالکی مذہب میں نماز میں ہاتھ باندھنے کے مکروہ ہونے فتوی دینے کی وجہ اس فاسد عقیدے اوراس عمل سے جو (پیغمبر ﷺ)کی طرف منسوب نہیں ہے یا اس عوام کے نماز میں ہاتھ باندھنے کے واجب سمجھنے والے عقیدے سے جنگ کرنا ہے...۔(۱)

۱۔ الفقہ الاسلامی وأدلّتہ ۲:۸۷٤.

روایات اہل سنّت

پہلی روایت :

البخاری :((...عنبی حازم،عن سھل:قال:کان النّاس یؤمرونن یضع الرّجل الید الیُمنٰی علی ذراعه الیسرٰی فی الصّلاۃ .قالبوحازم: لاأعلمه الاّأن یُنمٰی ذلک النبی قال اسماعیل: یُنمٰی ذلک ،ولم یقل ینمٰی)).[1]

صحیح بخاری:...ابو حازم نے سھل بن سعد سے نقل کیا ہے :لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھیں .ابوحازم کہتا ہے:میرا گمان نہیں ہے کہ یہ فعل پیغمبر ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہو۔

اسماعیل کہتے ہیں:نسبت تودی گئی ہے لیکن یہ نہیں کہا کہ کس نے یہ نسبت دی ہے۔

روایت کے معنٰی میں غور

یہ معلوم نہیں ہے کہ کس نے لوگوں کو نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اس حدیث کے راوی (ابو حازم)کو بھی یقین نہیں ہے کہ پیغمبر ﷺ نے اس کا حکم دیا ہو اسی تو اس نے یہ کہا :مجھے نہیں معلوم مگر یہ کہ پیغمبر ﷺ نے اس کا حکم دیا ہو ۔

پس یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی دلالت بھی تنہا واضح ہی نہیں بلکہ اس میں ابہام بھی پایا جارہا ہے جیسا کہ عینی ،شوکانی اور اس حدیث کی شرح بیان کرنے والے دوسرے شارحین کے بیانات سے

---

۱ ۔ صحیح بخاری ۱:۱۳۵؛موطّ امام مالک ۱:۱۵۸.

یہی سمجھا جا رہا ہے۔

الف)عینی : اس حدیث میں لفظ ((یُنمٰی)) یا ء کے ضمہ اور میم کے فتح کے ساتھ مجہول کا صیغہ ہے جبکہ اسے یاء کے فتحہ کے ساتھ معلوم کا صیغہ نہیں پڑھا گیا ۔اس بنا پر یہ حدیث مرسل ہے چونکہ ابو حازم نے معیّن نہیں کیا کہ کس نے نسبت دی ہے اور اگر معلوم کا صیغہ ہو تو حدیث متصل ہے۔[۱]

لہٰذا ایسی حدیث جس کے اندر متعدد احتمالات پائے جارہے ہوں اس سے کسی عمل کے سنّت ہونے کو ثابت نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس عمل کو یقین واطمینان کے ساتھ پیغمبر ﷺ کی طرف نسبت دی جا سکتی ہے ۔

ب) سیوطی:اسماعیل کہتے ہیں :یُنمٰی (شروع میں ضمہ اور میم پر فتح کے ساتھ) مجہول کا صیغہ ہے اوریہ نہیں کہا : لفظ یَنمٰی معلوم کا صیغہ ہے اور اسماعیل وہی ابن ابی انس ہیں.[۲]

ج)شوکانی:بعض نے اس حدیث کو معیوب قراردیا ہے چونکہ خود ابو حازم کو بھی اس میں گمان تھا ...اور اگر یہ حدیث مرفوع یعنی صحیح ہوتی اور پیغمبر ﷺ سے صادر ہوئی ہوتی تو پھر ابو حازم کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ (لاأعلمہ) میں نہیں جانتا!

دوسری روایت:

روایت صحیح مسلم:((زهير بن حرب ،حدّثنا عفان ،حدّثنا همام ،حدّثنا محمد بن جحادة ،حدّثنى عبدالجبار بن وائل ومولٰى لهم ،انّهما حدثا ه عنبيه وائل بن حجر ،أنّه رأى النبّى ﷺ رفع يديه حين دخل فى الصلاة ،كبّر وصفّ

۱۔عمدۃ القاری ۵:۲۷۸.

۲۔التوشیح علی الجامع الصحیح البخاری ۱:۴۶۳.

همام حیالذنیه ،ثمّ التحف بثوبه ،ثمّ وضع یده الیمنٰی علی الیسرٰی.))

صحیح مسلم ...زہیر بن حرب نے عفّان سے ، اس نے ہمام سے ، اس نے محمد بن جحادہ سے ، اس نے عبد الجبار بن وائل سے ، اس نے علقمہ بن وائل سے ، اور ان کے غلام نے وائل بن حجر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا جب نماز پڑھنے لگے تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر بلند کیا ،تکبیر کہی اسکے بعد ہاتھوں کو چھپا لیا اور پھر دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا ...۔ (۱)

دلالت کے متعلق بحث:

یہ کہنا ضروری ہوگا کہ اس حدیث کی دلالت روشن نہیں ہے اس لئے کہ اس میں پیغمبر ﷺ کی موجودہ سنّت کے بارے میں .بیان کیا گیا ہے جس سے یہ تشخیص نہیں دیا جا سکتا کہ یہ عمل واجب یا مستحب یا مباح ہونے ،یا اختیار یا مجبوری کی حالت میں بجا لایا گیا ہے.اور یہ کہ اس کا سبب کیا ہے ؟کیا اسے ایک شرعی عمل سمجھ کر بجا لایا گیا یا یہ کہ عبا کو شانوں سے گرنے سے بچانے کی خاطر ایسا کیا گیا ؟یا اس کا سبب سردی اور تھکاوٹ تھا ؟

سند کے متعلق بحث:

یہ روایت سند کے اعتبار سے مرسل ہے چونکہ اس کا راوی علقمہ بن وائل ہے جس نے اپنے باپ سے یہ روایت نقل کی ہے جبکہ اس کا باپ اس کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا چکا تھا ۔لہذا ممکن نہیں ہے کہ اس نے اپنے باپ سے روایت سنی ہو ۔

ابن حجر کہتے ہیں: عسکری نے ابن معین سے حکایت کی ہے کہ اس نے کہا : علقمہ کی اپنے باپ سے

۱۔ صحیح مسلم ۱:۱۵۰؛دارقطنی ۱:۲۸٦،ح۸اور۱۱.

روایات مرسل ہیں.[۱].

نیز بعض کا کہنا ہے کہ وہ بہت چھوٹا تھا لہذا ممکن نہیں ہے کہ اپنے باپ کی نماز کو درک کیا ہو ۔[۲]

بہر حال دونوں صورتوں میں نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے اس لئے کہ جو اپنے باپ کی نماز کو درک نہیں کر سکتا وہ اس سے حدیث کو کیسے درک کر پائے گا ! اس کے علاوہ لفظ ((مولٰی لھم یعنی ان کا غلام)سند روایت میں موجود ہے جس کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ غلام کون ہے؟[۳]

۳۔تیسری روایت :

الموطّأ :((حدّثنی یحیٰی بن مالک ،عن عبدالکریم بنبی المخارق البصریّنه قال: من کلام النبوّة ((اذا لم تستحیی فافعل ماشئت ووضع الید ین احداهما علی الأخرٰی فی الصّلاة (یضع الیمنٰی علی الیسرٰی)وتعجیل الفطر...)).

موطأ امام مالک میں مالک بن انس نے عبدالکریم بنبی المخارق بصری سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں :نبوّت کے حکمت آمیز کلمات میں سے ایک یہ ہے کہ اگر شرم وحیا نہیں ہے تو جو چاہو کرو اور نماز میں ہاتھ باندھنا ہے ...۔

ابن عبداللہ کہتا ہے :((یضع الیُمنٰی علی الیُسرٰی ،دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا))یہ مالک بن انس کا کلام ہے نہ کہ حدیث کا حصّہ ہے۔[٤]

۱۔تہذیب التہذیب ۷:۲٤۷؛تہذیب الکمال ۱۳: ۱۹۳(حاشیہ پر).

۲۔تہذیب التہذیب ۸:۳۱٤.

۳۔شاید یہاں پہ مولٰی سے مراد ولاء ضمان جریرہ ہو یا کوئی دوسرا معنی مراد ہو.

٤۔موطأ امام مالک ۱: ۱۵۸؛ صحیح بخاری ۲:۲٦۳،کتاب الأنبیائ.

اس روایت کی سند کے متعلق :

۱۔ اس روایت کی سند میں عبدالکریم بن ابی المخارق ہے جس کے بارے میں معمر نے ایوب سے نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے اسے پرہیزگار نہ ہونے سے متّہم کیا ہے. نیز احمد بن احمد اور ابن معین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے ۔ابن حبان نے اسے کثر الوہم، کثیر الخطا اور ناقابل احتجاج شمار کیا ہے...اور ابن عبد البرّ کا کہنا ہے کہ اس کے ضعیف ہونے پر اجماع موجود ہےیہی وجہ ہے کہ مالک نے احکام پر مشتمل روایات کو اس سے نہیں لیا اور جو کچھ اس سے نقل کیا ہے وہ فقط مستحبّات میں ہے۔[۱]

چوتھی روایت :

نصر بن علی نے ابو احمد سے ، اس نے علاء بن زرعہ بن عبدالرّحمٰن سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے عبد اللہ بن زبیر سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتا :((صفّ القدمیں ووضع الیدعلی الید من السّنة))نماز میں پاؤں کو برابر رکھنا اور ایک ہاتھ کا دوسرے ہاتھ پر سنّت ہے۔[۲]

چند نکات

اوّل : یہ روایت ابن زبیر کی نماز والی اس روایت سے متعارض ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ نماز میں اپنے ہاتھ کھلے رکھتا

۔

دوم:اس روایت کی نسبت پیغمبر ﷺ کی طرف نہیں دی گئی ۔

سوم: اس روایت کی سند میں علاء بن صالح تمیمی اسدی کوفی ہے جس کے بارے میں بخاری کہتے ہیں: لایتابع ،اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

۱۔تہذیب الکمال ۱۱:۱۲؛ التہذیب التہذیب ۱۶:۳۲۶.

۲۔ سنن ابی داؤد ۱:۲۰۱.

ابن المدینی کہتے ہیں:وہ منکر روایات کو نقل کرتا ہے...۔[۱]

پانچویں روایت :

محمد بن بکار بن ریّان نے ہشیم بن بشیر اس نے حجّاج بن ابی زینب ،اس نے ابو عثمان نہدی اور اس نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے :

((أنّه کان یصلّی فوضع یده الیسرٰی علی الیُمنٰی ،فرآه النبّی ﷺ فوضع یده الیمنٰی علی الیسرٰی .))[۲]

وہ نماز پڑھتے وقت اپنا بایاں ہاتھ دائیں پر رکھا کرتا ،پیغمبر ﷺ نے دیکھا تو اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کے بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔

اس حدیث کی سند میں ہشیم بن قاسم ہے جو احادیث میں ملاوٹ اور ان میں کمی بیشی کرنے میں بدنام ہے اور اپنی عمر کے آخری ایام ہوش و حواس بھی کھو بیٹھا تھا ۔

یحییٰ بن معین نے اس کے بارے میں کہا ہے : علم تو اس کے پاس تھا نہیں .سر سے کیا نکلتا تھا یعنی زبان پر کیا جاری کرتا ہے ۔[۳]

اس بنا پر اس کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے اور اس کی روایت بھی قابل قبول نہیں ہے ۔

اسی طرح اس روایت کی سند میں حجاج بن ابی زینب سلمی (ابویوسف صیقل واسطی) ہے جسے اہل سنّت کے ہاں ضعیف قرار دیا گیا ہے ۔

نیز احمد بن حنبل کا کہنا ہے :مجھے اس کی روایات کے ضعیف ہونے کا خوف ہے۔

۱۔تہذیب التہذیب ۸:۱٦٤؛سننبی داؤد ۱:۲۰۱.

۲۔ سنن ابو داؤد ۱:۲۰۰؛سنن ابن ماجہ ۱:۲٦٦.

۳۔تہذیب التہذیب ۱۱:٥٦.

نسائی کہتے ہیں: وہ قوی نہیں ہے اور دارقطنی کا کہنا ہے: وہ حافظ وقوی نہیں ہے ۔[۱]

چھٹی روایت:

محمد بن محبوب نے حفص بن غیاث، اس نے عبدالرّحمٰن اسحٰق سے، اس نے زیاد بن زید، اس نے ابی جحیفہ، اس نے حضرت علی علیہ السّلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ((السنّة وضع الکفّ علی الکفّ فی الصلاة تحت السّرة))
نماز میں ایک ہاتھ کی ہتھیلی کا دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھنا سنّت ہے.[۲]
اس حدیث کی سند میں زیاد بن زید ہے جو مجہول ہے جیسا کہ عسقلانی کے بقول ابو حاتم نے اس کی وضاحت کر دی ہے. نیز تہذیب التہذیب میں بھی بیان ہوا ہے: زیاد بن زید سوائی اعسم کوفی کے بارے میں ابو حاتم نے کہا ہے: وہ مجہول شخص ہے ۔ ابوداؤد نے بھی اس سے حضرت علی علیہ السّلام کی ایک ہی روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: نماز میں زیر ناف ہاتھ کا ہاتھ پر رکھنا سنّت ہے ۔[۳]
بخاری کہتے ہیں: اس میں غور کی ضرورت ہے ۔ نیز اس روایت کی سند میں عبدالرحمن بن اسحاق ہے جس کے ضعیف ہونے کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے ۔[٤]

ساتویں روایت:

محمد بن قدامہ (ابن اعین) نے ابی طالوت عبدالسلام سے، اس نے ابو جریر ضبی سے، اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے:

---

۱ ۔ تہذیب التہذیب ۳:۳۱۸.

۲ ۔ سنن ابوداؤد ۱:۲۰۱؛ دارقطنی ۱:۲۸٦؛ سنن کبریٰ ۲:٤۳.

۳ ۔ تہذیب التہذیب ۳:۳۱۸.

٤ ۔ تہذیب الکمال ۱۱:۹۹.

((رأیت علیا یمسک بیمینه علی الراسغ فوق السّرة))

میں نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا وہ اپنے دائیں ہاتھ کی کلائی کو بائیں ہاتھ سے زیر ناف پکڑے ہوئے تھے ۔

اس روایت کی سند میں ابوطالوت یعنی عبدالسلام نھدی ہے جس کے بارے مین ابن سعد کا کہنا ہے : وہ روایت کے نقل کرنے میں ضعیف ہے ۔[1]

نیز اس روایت کی سند میں ابن جریر ضبی ہے جس کے بارے میں ابن حجر کہتا ہے:میں نے میزان الاعتدال میں ذہبی کے ہاتھ سے لکھا دیکھا ہے کہ یہ شخص ناشناختہ یعنی مجھول ہے ۔[2]

آٹھویں روایت :

مسدّد...نے عبدالرحمن بن اسحاق کوفی سے ،اس نے سیار ابی حکم سے ،اس نے ابووائل سے ، اس نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

((أخذ الأکف علی الأکف فی الصلاة من السّنة))

نماز میں ایک ہتھیلی کا دوسری پر رکھنا سنّت ہے ۔[3]

اسی طرح دارقطنی نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ لکھا ہے :نماز میں ہاتھ کی ہتھیلی کا دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنّت ہے ۔[4]

یہاں پہ یہ ذکر کردینا ضروری ہے کہ اس روایت کی سند میں عبد الرحمن بن اسحاق کوفی ہے جو علمائے

---

١ ۔سنن ابوداؤد ١:٢٠١؛نیل الأوطار ٢:١٨٨.

٢ ۔تہذیب التہذیب ٢:٦٧.

٣ ۔سنن ابوداؤد ١:٢٠١؛نیلوطار ٢:١٨٨.

٤ ۔سنن دارقطنی ١:٨٤.

رجال کے نزدیک ضعیف ہے۔

ابن معین کہتے ہیں: وہ ضعیف ،ناچیز اور بے ارزش انسان ہے ۔ ابن سعد ،یعقوب بن سفیان ، ابوداؤد،نسائی اورابن حبان نے اسے ضعیف شمار کیا ہے اور بخاری نے کہا ہے : اس میں غور کی ضرورت ہے۔[1]

اس کے علاوہ ابوہریرہ نے اس عمل کی نسبت پیغمبر ﷺ کی طرف نہیںدی ہے ۔اس طرح کے مشابہ موارد موجودہیں جن کے بارے میں تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے انہیں پیغمبر ﷺ سے نہیں سنا بلکہ کسی نے اس سے نقل کئے ہیںاور ابوہریرہ نے بھی اس شخص کا نام نہیں لیا .مثال کے طورپر یہ حدیث :((منصبح جنبا فلا صیام له))جو شخص جنابت کی حالت میں اٹھے تو اس کا روزہ باطل ہے ۔فانّه لما حوقق علیه قال:خبرنیه مخبر ولمسمعه من رسول الله.

ﷺ .جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے خود یہ حدیث پیغمبر ﷺ سے سنی ہے تو کہا :نہیں ، مجھ سے کسی نے نقل کی ہے ۔(۲)

نویں روایت :

ابو توبہ نے ہیثم (ابن حمید) سے ،اس نے ثور سے ،اس نے سلیمان بن موسیٰ اوراس نے طاؤس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:((کان رسول الله ﷺ یضع یده الیُمنٰی علی یده الیسرٰی ،ثمّ یشدّ بینهما علی صدره ،وهو فی الصّلاة)).

رسول خدا ﷺ نماز پڑھتے وقت اپنے سینے پر دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا کرتے۔[3]

۱۔تہذیب التہذیب ۱۲٤:٦.

۲۔تاریخ دمشق ۱۲۲:۱۹؛البدایۃ والنھایۃ ۱۰۹:۸؛سیر أعلام النبلاء ٦۰۸:۲.

۳۔سنن ابو داؤد ۲۰۱:۱.

چند اشکال

پہلا اشکال:

اس روایت کا راوی طاؤس تابعی ہے جس نے پیغمبر ﷺ کو نہیں دیکھا اس اعتبار سے یہ روایت مرسل ہے.

دوسرا اشکال:

اس روایت کی سند میں ہیثم بن حمید ہے جسے ابو داؤد اور ابو مسہّر (۱) نے ضعیف قرار دیا ہے ۔ ابو مسہّر کہتے ہیں: وہ (علم وحدیث) میں ماہر اور حافظ نہیں تھا میں اس سے حدیث نقل کرنے میں اجتناب کرتا ہوں اور اسے ضعیف سمجھتا ہوں.[۲]

دسویں روایت:

ترمذی نے ابوالأحوص، اس نے سماك بن حرب، اس نے قبیصة بن ہلب اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

((کا ن رسو ل الله ﷺ یؤمّنا فیأخذ شماله بیمینه))

پیغمبر ﷺ نے ہمیں با جماعت نماز پڑھائی جبکہ اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑا ہو ا تھا[۳]

اس روایت کی سند میں قبیصه بن ہلب یعنی قبیصه بن یزید طائی ہے اور ابن مدینی و نسائی کے بقول وہ مجہول ہے۔[٤]

گیارہویں روایت:

ابن ماجہ نے علی بن محمد سے، اس نے عبداللہ بن ادریس، اس نے بشر بن

۱۔اس کا نام عبدالاعلی بن مسہّر غسّانید مشقی ہے وہ ۱٤۰ھ سے ۲۱۸ھ میں تھا.

۲۔تہذیب التہذیب ۸۲:۱۱.

۳۔جامع ترمذی ۳۲:۲.

٤۔تہذیب التہذیب ۲٤۷:۷؛تہذیب الکمال ۲۲۱:۱۵.

معاذ ضریر، اس نے بشر بن مفضل، اس نے عاصم بن کلیب، اس نے اپنے باپ سے، اس نے وائل بن حجر سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے:

((میں نے پیغمبر ﷺ کو نماز کی حالت میں دیکھا وہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو تھامے ہوئے تھے۔[۱]

یہاں پہ یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ سنن ابن ماجہ کی بہت سی روایات ضعیف ہیں. ابن حجر کہتے ہیں: اس کی کتاب سنن میں جامع اور ابواب وغرائب میں اچھی ہے لیکن اس کی بہت زیادہ روایات ضعیف ہیں یہاں تک کہ میں نے سنا ہے سرّی نے کہا: جب بھی اس کتاب میں کوئی منفرد روایت بیان ہو تو وہ کئی ایک اعتبار سے ضعیف ہے۔

ابو زرعہ کہتے ہیں: ((لیس فیه الاّ نحو سبعة حادیث))اس (کتاب) میں فقط سات احادیث صحیح ہیں...۔[۲]

ذہبی کہتے ہیں: سنن ابن ماجہ کے اندر ان روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے جو حجیت نہیں رکھتیں اور شاید ان کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہو۔[۳]

اس کے علاوہ ابو داؤد نے عاصم بن کلیب کی اپنے باپ اور دادا سے نقل کی جانے والی روایات کو بے اعتبار جانا ہے۔[٤].

۱۔ سنن ابن ماجہ ۱:۲٦٦.

۲۔ تہذیب التہذیب ۹:٤٦٨.

۳۔ سیر علام النبلاء ۱۳:۲۷۹.

٤۔ تہذیب الکمال ۱۵:٤۱۲؛((عاصم بن کلیب عنبیه عن جدّه لیس بشیء)).

بارہویں روایت:

دارمی نے ابو نعیم سے، اس نے زہیر سے، اس نے ابو اسحاق سے، اس نے عبد الجبار بن وائل سے، اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے:

((رأیت رسول اللہ ﷺ یضع یدہ الیُمنٰی علی الیسرٰی قریبا من الرّسغ))

میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر جوڑ کے قریب رکھے ہوئے تھے۔[۱]

یہاں پہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ عبد الجبار بن وائل نے اپنے باپ سے روایت نہیں سنی ہے اس لئے کہ اس کا باپ اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی مر چکا تھا۔

ابن حبان الثّقات میں لکھتے ہیں: جو شخص یہ گمان کرے کہ ابن وائل نے اپنے باپ سے روایت سنی ہے تو یہ وہم کے سوا کچھ نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی ماں کے شکم میں تھا جب اس کے باپ کی وفات ہوئی۔

نیز بخاری کہتے ہیں: یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس نے اپنے باپ سے روایت سنی ہے اس لئے کہ اس کا باپ اس کے پیدا ہونے سے پہلے مر چکا تھا۔

ابن سعد کہتے ہیں: ...اس کے بارے میں ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے باپ سے روایت سنی اور دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے باپ کو نہیں دیکھا!

ابو حاتم، ابن جریر طبری، جریری، یعقوب بن سفیان، یعقوب بن شیبہ، دار قطنی، حاکم اور ان سے پہلے ابن مدینی وغیرہ نے اسی سے ملتے جلتے مطالب نقل کئے ہیں۔[۲]

۱۔ سیر أعلام النبلاء ۱۳:۲۷۹.

۲۔ تہذیب التہذیب ٦:٩٦.

تیرہویں روایت :

دار قطنی میں ابو محمد صاعد نے علی بن مسلم سے ،اس نے اسماعیل بن ابان ورّاق سے ، اس نے مندل ،اس نے ابن ابی لیلٰی ،اس نے قاسم بن عبدالرحمن ،اس نے اپنے باپ اور اس نے عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے:

((انّ النّبی کان یأخذ شماله بیمینه فی الصلاة))

پیغمبر ﷺ نماز میں اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر رکھتے۔[۱]

اس حدیث کی سند میں مندل یعنی ابن علی عنزی ہے جو اہل سنّت کے ہاں ضعیف شمار کیا گیا ہے نیز بخاری نے بھی اسے ضعفاء میں سے شمار کیا ہے. نسائی کہتے ہیں : وہ ضعیف ہے ۔ابن سعد کہتے ہیں : اس میں ضعف پایا جاتا ہے ۔جوزجانی کہتے ہیں: اس کی روایات سست ہیں اس لئے کہ وہ منکرا ور غریب روایات کو نقل کرتا ہے ۔ابن قانع اور دار قطنی کا کہنا ہے : وہ ضعیف ہے ۔ابن حبان کہتے ہیں: وہ حافظہ کی کمی وجہ سے مرسل کو مرفوع اور موقوف کو مسند شمار کیا کرتا ، لہذا حق یہ ہے کہ اس کی روایت کو ترک کیا جائے ۔

نیز طحاوی کہتے ہیں : وہ کسی طرح روایت کے نقل کرنے میں مضبوط نہیں ہے اور اس کی روایت سے استدلال کرنا ممکن نہیں ہے۔[۲]

چودہویں حدیث :

دار قطنی میں عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے شجاع بن مخلد ،اس نے منصور ،اس نے محمد بن ابان انصاری ،اس نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں:

۱۔دار قطنی ۲۸۳:۱،ح۱.

۲۔تہذیب التہذیب ۲٦٦:۱.

((ثلاثة من النبوّة ...ووضع الید الیُمنٰی علی الیسرٰی فی الصّلاة))

نبوّت کی خصوصیات میں سے تین چیزیں ہیں:

....حالت نماز میں دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا ۔[1]

اس حدیث کی سند میں محمدبن ابان انصاری ہے جس کا حضرت عائشہ سے نقل کرنا ممکن نہیں ہے لہذا یہ روایت مرسل ہے ۔[2]

ذہبی نے بخاری سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہوہ کہتے ہیں:((لا یعرف له سماع منها))معلوم نہیں ہے کہ اس نے حضرت عائشہ سے روایت سنی ہو ۔[3]

اسی طرح ہشیم (ابن منصور) جو اس روایت کی سند میں موجود ہے اس کے ضعیف ہونے کے بارے میں پہلے بیان کر چکے ہیں ۔[4]

پندرہویں روایت:

دار قطنی نے ابن صاعد، اس نے زیاد بن ایوب ، اس نے نصر بن اسماعیل ، اس نے ابن ابی لیلٰی ، اس نے عطا ، اس نے ابوہریرہ اور اس نے رسول اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا :

((أُمرنا معاشرالأنبیاء ...ونضرب بأیماننا علی شمائلنا فی الصلاة))

ہم انبیاء کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھیں ۔[5]

۱۔دار قطنی ۱:۲۸٤،ح۲.

۲۔دار قطنی ۱:۲۸٤.

۳۔میزان الاعتدال ۳:٤٥٤.

٤۔تہذیب التہذیب ۱۱:٥٦.

٥۔سنن دار قطنی ۱:۲۸٤،ح۳.

اس حدیث کی سند میں نضر بن اسماعیل یعنی ابو مغُرہ ہے ،احمد ،نسائی اور ابو زرعہ نے اس کے متعلق کہا ہے: وہ قوی نہیں ہے اسی ایک قول کے مطابق ابن معین نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے ۔

ابن حبّان کہتے ہیں: اس کے اشتباہات واضح اور اس کے وہم وخیالات بہت زیادہ ہیںلہذا اسے ترک کرنا ہی حق ہے ۔

حاکم نیشاپوری کہتے ہیں: وہ ان (اہل سنّت) کے ہاں قوی نہیں ہے ۔ساجی کا کہنا ہے: اس کی روایات غریب ہیں ۔[۱]

سولھویں روایت:

دارقطنی نے ابن سکین سے ، اس نے عبدالحمید بن محمد، اس نے مخلد بن یزید ، اس نے عطا، اس نے ابن عباس اور اس نے پیغمبر ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((انّامعاشر الانبیاء امرنا...أن نمسک بأیماننا علی شمائلنا فی الصلاۃ))

ہم انبیاء کی جماعت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ...نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیںپر رکھیں ۔[۲]

اس حدیث کی سند میں طلحہ (بن عمرو بن عثمان حضرمی کوفی) ہے جسے تمام علمائے رجال نے ضعیف قرار دیا ہے ۔

احمد کہتے ہیں : اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اوراس کی روایات متروک ہیں ۔

ابن معین کا کہنا ہے: اس کا کوئی مقام نہیں اور وہ ضعیف ہے ۔نیز جوزجانی کہتے ہیں: اس کی روایات سے کوئی بھی راضی نہیں ہے ۔

ابو حاتم کہتے ہیں:وہ قوی نہیں ہے اور اہل سنّت کے ہاں اسے ضعیف قراردیا گیا ہے ۔ابوداؤد کہتے

۱۔تہذیب التہذیب ۳۸۸:۱۰۔

۲۔سنن دار قطنی ۲۸٤:۱،ح۳۔

ہیں: وہ ضعیف ہے ۔نسائی کا کہنا ہے:اس کی احادیث متروک ہیں ،بخاری کہتے ہیں: اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے،یحییٰ بن معین بھی اس کے بارے میں منفی نگاہ رکھتا تھا ، ابن سعد کہتے ہیں : اسکی احادیث بہت ضعیف ہیں۔

ابن مدینی کہتے ہیں وہ ضعیف ہے اور اس کا کوئی مقام نہیں ہے ، ابوزرعہ ، عجلی اور دار قطنی کہتے ہیں: وہ ضعیف ہے ،فسوی نے اسے ان افراد میں ذکر کیا ہے جن کی روایت پر توجہ نہیں دی جاتی ۔

ابن حبّان کہتے ہیں: اس نے ثقہ افراد سے کچھ نقل نہیں کیا مگر یہ کہ ایسی چیزیں جن کا لکھنا جائز نہیں تھا اور اس سے ایسی روایات کو تعجب کے طور پر نقل کیا گیا ہے ۔[١]

سترہویں روایت:

دار قطنی نے محمد بن مخلد سے ، اس نے محمد بن اسماعیل حسانی ، اس نے وکیع ،اس نے یزید بن زیاد بن ابی جحد،اس نے عاصم جحدری ،اس نے عقبہ بن ظہیر ،اس نے حضرت علی علیہ السّلام سے نقل کیا ہے آپ نے (فصلّ لربّك وانحر) کے بارے میں فرمایا :وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ.اس سے مراد نماز میں دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا ہے.[٢]

اس روایت کی سند مین وکیع ہے جس کے بارے میںیہ کہا گیا ہے کہ اس نے پانچ سو روایات میںخطا کی ہے ۔[٣]

نیز مروزی نے کہا ہے : وہ اپنی عمر کے آخری ایام میں زبانی احادیث نقل کیا کرتا اور الفاظ میں تبدیلی کر بیٹھتا ،گویا وہ احادیث کے مفہوم کو نقل کیا کرتا اور اسے عربی زبان پر بھی آشنائی نہیں تھی ۔[٤]

١۔تہذیب التہذیب ٥:٢١.

٢۔دار قطنی ١:٢٨٥.

٣۔تہذیب التہذیب ١١:١١٤.

٤۔تہذیب التہذیب ١١:١١٤.

اٹھارہویں روایت :

دار قطنی نے احمد بن محمد بن جعفر جوزی سے ،اس نے مضر بن محمد سے ،اس نے یحییٰ بن معین سے ، اس نے محمد بن حسن واسطی سے ، اس نے حجاج بن ابی زینب سے،اس نے ابوسفیان ، اس نے جابر سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے:

((مرّ رسول الله ﷺ برجل وضع شماله علی یمینه ...مثله))

رسول خدا ﷺ ایک شخص کے پاس سے گذرے جس نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا ہوا تھا ...پس آنحضرت ﷺ نے اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر بائیں پر رکھ دیا ۔[۱]

اس حدیث کی سند میں حجاج بن ابی زینب موجود ہے جس کا ضعیف ہونا پہلے بیان کر چکے ۔

انیسویں روایت :

دار قطنی نے ایک اور مقام پر حجاج بن ابی زینب واسطہ سے ابن مسعود سے نقل کیا ہے اور یہ روایت بھی سابقہ روایت کی مانند ہے جو ابن ابی زینب کی وجہ سے ضعیف ہے ۔[۲]

بیسویں روایت :

حسن بن خضر نے محمد بن احمد ابو العلاء سے ،اس نے محمد بن سوار ،اس نے ابوخالد احمد ،اس نے حمید ،اس نے انس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

(کان رسول الله ﷺ اذا قام فی الصلاة ،قال:هکذاوهکذا عن یمینه وعن شماله)

پیغمبر ﷺ جب بھی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دائیں بائیں والوں سے یہ فرماتے کہ یوں اوریوں کھڑے ہوں...۔[۳]

۱۔ سنن دار قطنی ۲۸۷:۱ اور ۱۳،ح۱٤؛مسند احمد ۳:۳۸۱.

۲۔ سنن دار قطنی ۱: ۲۸۷اور ۱۳،ح۱٤.

۳۔ سنن دار قطنی ۲۸۷:۱،ح۱۵.

اس روایت کی سند میں ابو خالد احمد (سلیمان بن حیان ازدی) موجود ہے جس کے حافظ وضابط ہونے کے بارے میں بعض نے اعتراض کیا ہے ۔

ابن معین کہتے ہیں: وہ حجت نہیں ہے ، ابوبکر بزاز نے اپنی کتاب سنن میں کہا ہے :وہ ان افراد میں سے نہیں ہے جن کی روایات حجت ہو اس لئے کہ علماء کا اس کی روایات کے اتفاق ہے کہ وہ حافظ نہیں تھا اسی طرح اعمش اور دوسرے ایسے افراد سے روایات کو نقل کیا کرتا (جن کی روایات پر کوئی توجہ نہ دیتا)۔[۱]

اس کے علاوہ یہ حدیث موضوع بحث پر دلالت بھی نہیں کررہی چونکہ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ پیغمبر ﷺ اپنے دائیں بائیں افراد سے یہ فرماتے کہ یوں یوںکھڑے ہوں،جبکہ اس کا نماز میں ہاتھ باندھنے سے کوئی ربط نہیں ہے ۔

اکیسویں روایت:

احمد بن حنبل نے محمد بن حسن واسطی (مزنی) سے ، اس نے ابویوسف حجاج ، اس نے ابن ابی زینب صیقل ، اس نے ابو سفیان ، اس نے جابر سے نقل کیا ہے:

((مرّ رسول اللہ ﷺ برجل وھویصلی وقد وضع یدہ الیسریٰ علی الیمنٰی فانتزعھا ووضع الیُمنٰی علی الیسریٰ))

پیغمبر ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں پر رکھے ہوئے تھا ،آنحضرت ﷺ نے فورا اس کے دائیں ہاتھ کو اس کے بائیں پر رکھ دیا ۔[۲]

۱ ۔ یہ وہی دار قطنی والی اٹھارہ نمبر حدیث ہے ۔

۱۔تہذیب التہذیب ۴:۱۶۰.

۲۔مسند احمد بن حنبل ۳:۳۸۱.

۲۔اس روایت کی سند میں بھی ابویوسف حجاج ہے جس کے بارے میں علمائے رجال نے غور سے کام لیا ہے۔
احمد بن حنبل اس کے بارے میں کہتے ہیں: مجھے اس کی روایات کے ضعیف ہونے کا خوف ہے، ابن مدینی کہتے ہیں: وہ ضعیف ہے۔

نیز نسائی نے کہا ہے: وہ قوی نہیں ہے، دار قطنی کہتے ہیں: نہ تو وہ روایت نقل کرنے میں قوی تھا اور نہ ہی حافظ۔[۱]

اسی طرح اس روایت کی سند میں محمد بن حسن واسطی ہے جس کے بارے میں بحث واقع ہوئی ہے اور ابن حبّان نے اسے ضعفاء کی فہرست میں ذکر کرتے ہوئے اس کے متعلق کہا ہے:

وہ احادیث کی سند میں کمی واضافہ کرتا۔[۲]

۱۔تہذیب التہذیب ۲:۱۷۷؛سیر علام النبلاء ۷:۷۵.

۲۔تہذیب التہذیب ۹:۱۰٤.

بحث کا خلاصہ

وہ تمام روایات جن سے نماز میں ہاتھ باندھنے کا استفادہ ہوتا ہے دلالت یا سند کے اعتبار سے ضعیف ہونے کے اشکال سے خالی نہیں ہیں۔

پہلی روایت : اسے بخاری نے نقل کیا ہے اور اس کی دلالت میں مشکل کے علاوہ اس کے مرسل ہونے کا شبہہ بھی موجود ہے اور پھر اس کا پیغمبر ﷺ کی طرف منسوب ہونا(جیسا کہ عینی اور شوکانی نے اس کی وضاحت کی ہے) بھی ثابت نہیں ہے۔

دوسری روایت:اسے صحیح مسلم میں نقل کیا گیا ہے جس کی سند میں علقمہ بن وائل موجود ہے جو اپنے باپ سے نقل کررہا ہے لہذا یہ روایت بھی مرسل ہے اس لئے کہ اس کا باپ اس کی پیدائش سے پہلے ہی مرچکا تھا۔

تیسری روایت:اسے مالک بن انس نے نقل کیا ہے اس کی سند میں ابن ابی المخارق ہے جو ضعیف ہے۔

چوتھی روایت :اسے ابوداؤد نے نقل کیا ہے جس کے راویوں میں سے ایک علاء بن صالح ہے جس کی روایت پرتوجہ نہیں دی جاتی ؛(یعنی قابل قبول نہیں ہے)جیسا کہ بخاری نے بھی اس کی تصریح کردی ہے اورپھریہ روایت ابن زبیر والی روایت سے متعارض بھی ہے۔

پانچویں روایت:اسے بھی ابوداؤد نے نقل کیا ہے جس کی سند میں ہشیم موجود ہے جوروایات میں ملاوٹ اور تصرف کیا کرتا،نیز اواخر میں ہوش وحواس کھو بیٹھا تھا۔اسی طرح اس روایت کا ایک راوی حجاج ہے جو ضعیف ہے۔

چھٹی روایت:اسے بھی ابوداؤد نے نقل کیا ہے جس کی سند میں زیادبن زید ہے جو مجہول ہے اور پھر اس سند میں عبدالرحمن بن اسحاق بھی ہے جس کے ضعیف ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔

ساتویں روایت:اسے بھی ابوداؤد نے نقل کیا ہے جس کی سند میں طالوت ہے اس کی احادیث ضعیف ہیں۔اسی طرح ضبّی بھی اس سند میں موجود ہے جو مجہول اور ناشناختہ راوی ہے۔

آٹھویں روایت : یہ روایت بھی ابوداؤد نے نقل کی ہے جس کی سند میں عبدالرحمن بن اسحاق ہے جو ضعیف ہے ۔

نویں روایت : اسے بھی ابوداؤد نے نقل کیا ہے جس کی سند میں ہشیم ہے جو ضعیف ہے اس کے علاوہ یہ روایت مرسل بھی ہے چونکہ طاؤس تابعی ہے جس نے پیغمبر ﷺ کو نہ تو دیکھا ہے اور نہ ہی ان سے روایت نقل کی ہے ۔

دسویں روایت : یہ روایت ترمذی نے نقل کی ہے جس کی سند میں قبیصہ ہے جو مجہول ہے ۔

گیارہویں روایت: اسے ابن ماجہ نے نقل کیا ہے جبکہ سنن ابن ماجہ کی روایات سات کے علاوہ سب ضعیف ہیں اس کے علاوہ اس کا راوی عاصم بن کلیب بھی ضعیف ہے ۔

بارہویںروایت: اسے دارمی نے نقل کیا ہے جس کی سند میں عبدالجبار ہے جو اپنے باپ سے نقل کر رہا ہے لہذایہ روایت مرسل ہے اس لئے کہ اس کا باپ اس کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی مر چکا تھا پس اس نے اپنے باپ سے روایت نہیں سنی ۔

تیرہویں روایت: یہ دار قطنی کی روایت ہے جس میں مندل ہے جو ضعیف ہے ۔

چودہویں روایت : اسے بھی دار قطنی نے نقل کیا ہے اس میں محمد بن ابان انصاری ہے جس کا حضرت عائشہ سے روایت نقل کرنا درست نہیں ہے پس یہ روایت مرسل ہے نیز اس روایت کی سند میں ہشیم ہے جو ضعیف ہے۔

پندرہویں روایت: اسے بھی دار قطنی نے نقل کیا ہے جس میں نضر بن اسماعیل ہے جو ضعیف ہے ۔

سولہویں روایت: اس کی سند میں طلحہ ہے جسے سب علماء نے ضعیف قرار دیا ہے ۔

سترہویں روایت: اسے بھی دار قطنی نے نقل کیا ہے جس میں وکیع موجود ہے یہ وہ شخص ہے جس نے پانچ سو حدیث میں خطا کی ہے ۔

اٹھارہویں اور انیسویں روایت: اسے دار قطنی نے نقل کیا ہے ان دونوں روایات کی سند میں حجاج بن ابی زینب ہے جو ضعیف ہے ۔

بیسویں روایت: اسے بھی دار قطنی نے نقل کیا ہے اس کی سند میں ابو خالد احمد ہے جس کے بارے بہت کچھ کہا گیا ہے اور اس کی حدیث بھی حجت نہیں ہے۔

اور پھر دلالت کے اعتبار سے بھی یہ روایت واضح نہیں ہے کہ اس سے مراد نماز میں ہاتھ باندھنا ہو۔

اکیسویں روایت: یہ وہی اٹھارہویں روایت ہے جسے دار قطنی نے تکرار کے ساتھ نقل کیا ہے اور پھر اس کی سند مین ابو یوسف حجاج ہے جسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

اس بنا پر وہ دلائل جن پر اعتماد کرتے ہوئے نماز میں ہاتھ باندھنے کی نسبت پیغمبر ﷺ کی طرف دی جا سکتی ہے ان کا کوئی وجود نہیں رہ جاتا۔ اور پھر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ بخاری اور مسلم نے بھی ان روایات پر توجہ نہ دیتے ہوئے انہیں اپنی کتب میں ذکر کرنے سے اجتناب کیا ہے اور یہ خود ان روایات کے غیر معتبر ہونے کی دلیل یا تائید ہے خاص طور پر ان افراد کے لئے جو کسی روایت کے بخاری یا مسلم میں ذکر نہ ہونے کو اس کے ضعیف ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔

اس کے علاوہ بعض صحابہ کرام اور آئمہ مذاہب جیسے ابن زبیر، امام مالک، ابن سیرین، حسن بصری اور نخعی و... اسے درست نہ سمجھتے اور نماز میں ہاتھ کھولنے کے معتقد تھے۔ اسی طرح مذہب اہل بیت علیہم السّلام میں بھی جیسا کہ روایات وفتاوٰی سے واضح ہے نماز میں ہاتھ باندھنے کو ناجائز اور شریعت کے مخالف سمجھا گیا ہے۔

پس یہ کہنا درست ہو گا کہ نماز میں ہاتھ باندھنا سنّت کی نسبت بدعت سے نزدیک تر ہے۔

والسّلام علی من اتّبع الهدٰی

فہرست

مشخصات کتاب ۳
انتساب ۵
مقدّمہ مترجم ۶
مقدّمہ مؤلف ۷
ہاتھ کھولنا یا باندھنا ؟ ۸
اہل سنّت کے تین نظریات ۱۲
روایات اہل بیت علیہم السّلام ۱۵
شیعہ فقہاء کا نظریہ ۱۹
نماز میں ہاتھ باندھنے کا آغاز ۲۱
فقہائے اہل سنّت کے اقوال ۲۲
روایات اہل سنّت ۲۷
پہلی روایت : ۲۷
روایت کے معنیٰ میں غور ۲۷
دوسری روایت: ۲۸
دلالت کے متعلق بحث : ۲۹
سند کے متعلق بحث : ۲۹
۳۔تیسری روایت : ۳۰
اس روایت کی سند کے متعلق : ۳۱
چوتھی روایت : ۳۱

چند نکات ۳۱
پانچویں روایت : ۳۲
چھٹی روایت : ۳۳
ساتویں روایت: ۳۳
آٹھویں روایت : ۳٤
نویں روایت : ۳۵
چند اشکال ۳٦
پہلا اشکال: ۳٦
دوسرا اشکال : ۳٦
دسویں روایت : ۳٦
گیارہویں روایت : ۳٦
بارہویں روایت : ۳۸
تیرہویں روایت : ۳۹
چودہویں حدیث : ۳۹
پندرہویں روایت: ٤۰
سولہویں روایت : ٤۱
سترہویں روایت: ٤۲
اٹھارہویں روایت : ٤۳
انیسویں روایت : ٤۳
بیسویں روایت : ٤۳

اکیسویں روایت:.. ٤٤

بحث کا خلاصہ ٤٦